اسٹام لکھنے والے اکٹھی تین طلاق کا اسٹام لکھ سکتے ہیں؟

دار الافتاء اہلسنت (دعوت اسلامی)
Darul Ifta AhleSunnat

ریفرنس نمبر:GRW-1456 تاریخ:16-10-2024

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ ہم اسٹام تیار کرتے ہیں، ہمارے پاس طلاق کا اسٹام تیار کروانے کے لیے آنے والے عموماً اکٹھی تین طلاقوں کا اسٹام تیار کرواتے ہیں، شرعی رہنمائی فرمائیں کہ ہمارا اکٹھی تین طلاقوں کا اسٹام تیار کرنا کیسا ہے؟ نیز اس وقت اس کی بیوی ماہواری کی حالت میں ہے یا پاکی کی حالت میں، اس کا بھی ہمیں علم نہیں ہوتا، تو ایسی صورت میں طلاق کا پیپر تیار کرنا کیسا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

آج کل جو عمومی طلاق کے اسٹام نظروں سے گزرتے ہیں، ان میں یا تو ایک وقت میں دو طلاقیں لکھی ہوتی ہیں یا تین یا تین سے زائد طلاقیں لکھی ہوتی ہیں، اسی طرح بلاحاجت طلاق بائن لکھی ہوتی ہے، حالانکہ یہ تمام صورتیں شرعاناجائز و گناہ ہیں اور اسٹام فروش ان میں سے کوئی طریقہ اپنائے گا یعنی بلاحاجت طلاق بائن لکھے گا یا ایک ہی وقت میں دو یا تین یا تین سے زائد طلاقیں لکھے گا تو وہ بھی گنہگار ہو گا کہ وہ طلاق کا وکیل ہے اور اس صورت میں اس کے لکھنے سے ہی طلاق ہو گی، لہذا یہ پورا پورا تعاون کر رہا ہے، جیسے عدت میں نکاح پڑھانے والا گنہگار ہے کہ گناہ میں تعاون کر رہا ہے۔ اسی طرح والد اور لڑکی کی مرضی و اجازت کے بغیر بالجبر کیے جانے والے نکاح میں نکاح کے وکیل اور گواہ بننے والے اور ان کے

علاوہ تعاون کرنے والوں کو گنہگار قرار دیا گیا ہے۔

اسے اس موقع پر شرعی حکم بتا کر شرعی طریقہ کار کے مطابق طلاق دینے کا ذہن بنانا چاہیے اور یہ بھی بتانا چاہیے کہ عورت کو ماہواری کی حالت میں طلاق دینا گناہ ہے، تاکہ شوہر طُہر میں طلاق دے، بلکہ جس طہر میں وطی کر چکا ہے، اس میں بھی طلاق دینے کی اجازت نہیں، لہٰذا ایسے طُہر میں طلاق دی جائے کہ جس میں عورت سے وطی (صحبت) نہ کی ہو۔

لیکن اگر شوہر نے اسٹام فروش کو یہ نہیں بتایا کہ عورت اس وقت کس حالت میں ہے یا طہر میں ہے تو وہ وطی کر چکا ہے یا نہیں، تو اس وجہ سے اسٹام فروش گنہگار نہیں ہو گا کہ اس پر تفتیش کرنا لازم نہیں ہے، جیسے کوئی ہمارے سامنے کھانا لائے تو بلاوجہ اس سے تفتیش کرنے کا حکم نہیں کہ حلال طریقے سے حاصل کیا ہے یا حرام طریقے سے وغیرہ؟

ہمیں مسلمان کے معاملے کو اچھی صورت پر ہی محمول کرنے کا حکم ہے، لہٰذا یہی حُسنِ ظن رکھیں گے کہ یہ ماہواری کی حالت میں طلاق نہیں دے رہا اور اسی طرح اس طُہر میں بھی طلاق نہیں دے رہا کہ جس میں عورت سے صحبت کر چکا ہے وغیرہ۔

طلاق کے متعلق تفصیل یہ ہے:

اللہ ورسول عزوجل وصلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک طلاق انتہائی ناپسندیدہ کام ہے اور شیطان کے نزدیک انتہائی پسندیدہ کام ہے۔ اس لیے بغیر ضرورت وحاجت اور بغیر عذر شرعی کے طلاق دینا مکروہ وممنوع ہے۔ فلہذا شریعت مطہرہ نے یہ پیاری تعلیم ارشاد فرمائی ہے کہ اگر طلاق دینے کی حاجت پیش بھی آئے تو ایک طہر میں صرف ایک رجعی طلاق دی جائے، ایک سے زائد طلاق نہ دی جائے، اسی طرح بلاعذر طلاق بائن نہ دی جائے۔ اگر تین طلاقیں دینی بھی ہیں تو ہر طہر میں ایک ایک طلاق دے کر تین کی تعداد پوری کرے۔

اور وجہ بالکل ظاہر ہے کہ بسا اوقات وقتی طور پر طلاق دینے کی حاجت پیش آتی ہے، لیکن جب

کچھ وقت گزرتا ہے تو معاملات ٹھیک ہونا شروع ہو جاتے ہیں، ایسے میں اگر تین طلاقیں دی ہوں تو بعد میں آسانی سے واپسی کی صورت نہیں بنتی اور سوائے پچھتاوے کے کچھ ہاتھ نہیں آتا (جیسا کہ عموماً اس کا مشاہدہ بھی ہے) اور بائن طلاق دی ہو تو ایک تو یہ بلا حاجت طلاق دینا ہو گا، جبکہ طلاق دینے کی اجازت صرف حاجت کی صورت میں ہے اور حاجت رجعی طلاق سے بھی پوری ہو جاتی ہے اور دوسرا اس سے نکاح ختم ہو جاتا ہے اور پھر دوبارہ نئے مہر کے ساتھ، عورت کی رضامندی کے ساتھ نکاح کرنا ہوتا ہے۔

اور اگر دو رجعی طلاقیں دی ہوں تو اس میں بھی وجہ یہ ہے کہ یہ بلا حاجت دوسری طلاق دینا ہو گا، جبکہ طلاق دینے کی اجازت صرف حاجت کی صورت میں ہے اور حاجت ایک طلاق سے بھی پوری ہو جاتی ہے۔

اور ایک رجعی طلاق دینے کا فائدہ یہ ہو گا کہ دوسرے طہر تک ایک لمبا پیریڈ گزرے گا، جس میں دونوں خاندانوں کو اچھی طرح غور و فکر کرنے کا موقع ملے گا، اگر معاملات درست ہو جاتے ہیں تو پھر بغیر نئے نکاح کے فقط زبانی ہی رجوع ہو سکے گا اور اگر دوسرا طہر آنے پر بھی طلاق کی حاجت محسوس ہو، تو دوسری طلاق رجعی دی جائے اور اس کے بعد پھر غور و فکر کا موقع ملے گا اور اگر تیسرے طہر پر بھی طلاق کی حاجت محسوس ہو، تو اب تیسری طلاق دے سکتا ہے اور یہ فیصلہ جذباتی نہیں بلکہ خوب سوچ بچار، اور غور و فکر کرنے کے بعد ہو گا، جس میں غلطی کا امکان بہت کم ہو گا۔

بلکہ اس سے بھی بہتر ہے کہ عورت کو فقط ایک رجعی طلاق دی جائے، پھر عدت ختم ہونے تک مزید کوئی طلاق نہ دی جائے، اگر عدت ختم ہونے تک رجوع کی صورت نہ بنی تو عدت ختم ہونے کے بعد عورت خود بخود نکاح سے نکل جائے گی۔ اب اگر کبھی دوبارہ واپسی کا ذہن بنا تو فقط نئے مہر کے ساتھ باہمی رضامندی سے دوبارہ نکاح کرنے سے واپسی ہو جائے گی، حلالہ کی نوبت نہیں آئے گی اور اس کے بعد شوہر کو دو طلاقوں کا اختیار رہے گا۔ اور اگر واپسی کا ذہن نہ بنا تو عورت تو آزاد ہو ہی گئی ہے، اگر کسی اور سے نکاح کرنا چاہے تو کر سکتی ہے۔

طلاق کی حیثیت کے متعلق جزئیات:

صحیح مسلم میں ہے: ”عن جابر قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ” إن إبليس يضع عرشه على الماء، ثم يبعث سراياه، فأدناهم منه منزلة أعظمهم فتنة، يجيء أحدهم فيقول: فعلت كذا وكذا، فيقول: ما صنعت شيئا، قال ثم يجيء أحدهم فيقول: ما تركته حتى فرقت بينه وبين امرأته، قال: فيدنيه منه ويقول: نعم أنت " قال الأعمش: أراه قال: «فيلتزمه» “ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”شیطان اپنا تخت پانی پر بچھاتا ہے، پھر اپنے لشکر بھیجتا ہے، ان لشکروں میں ابلیس کے زیادہ قریب اُس کا دَرَجہ ہوتا ہے جو سب سے زیادہ فتنے باز ہوتا ہے۔ اس کے لشکر میں سے ایک آکر کہتا ہے: میں نے ایسا ایسا کیا ہے تو شیطان کہتا ہے: ”تُونے کچھ بھی نہیں کیا۔“ پھر ایک اور لشکر آتا ہے اور کہتا ہے: ”میں نے ایک آدمی کو اس وَقت تک نہیں چھوڑا جب تک اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان جُدائی نہیں ڈال دی۔“ یہ سن کر ابلیس اسے اپنے قریب کرلیتا ہے اور کہتا ہے: ”تُو کتنا اچھا ہے!“ اعمش نے کہا: میرا خیال ہے کہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: پھر شیطان اسے اپنے ساتھ چمٹالیتا ہے۔

(صحیح المسلم، رقم الحدیث 2813، ج4، ص 2167، دار إحياء التراث العربي، بیروت)

سنن ابی داؤد میں ہے: ”عن ابن عمر، عن النبي صلى اللہ عليه وسلم قال: «أبغض الحلال إلى اللہ تعالى الطلاق» “ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”حلال چیزوں میں اللہ تعالی کے نزدیک سب سے ناپسندیدہ چیز طلاق ہے۔

(سنن ابی داؤد، رقم الحدیث 2178، ج2، ص 255، المكتبة العصريه، بیروت)

ردالمحتار میں ہے: ”كونه مبغوضا لا ينافي كونه حلالا، فإن الحلال بهذا المعنى يشمل المكروه وهو مبغوض “ترجمہ: اس کا ناپسندیدہ ہونا، اس کے حلال ہونے کے منافی نہیں، حلال اس معنی میں مکروہ کو بھی شامل ہوتا ہے اور وہ یہی ناپسندیدہ ہونا ہے۔

(ردالمحتار مع الدر المختار، کتاب الطلاق، ج03، ص288، دار الفکر، بیروت)

فتاوی رضویہ میں ہے:"بے حاجت بلا عذر شرعی طلاق دینا مکروہ و ممنوع ہے۔"

(فتاوی رضویہ، ج12، ص332، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

تعاون کے متعلق جزئیات:

قرآن پاک میں ارشاد خداوندی ہے:﴿وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ﴾ ترجمہ کنز الایمان: "اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو۔"

(سورۃ المائدۃ، پ06، آیت02)

حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق میں ہے:"أورد كتاب الوكالة عقيب كتاب الشهادة لأن كل واحدة من الشهادة والوكالة إعانة الغير۔۔۔الخ اھ۔ أتقاني "ترجمہ: مصنف نے کتاب الوکالۃ کو کتاب الشہادۃ کے بعد ذکر کیا، کیونکہ شہادت و وکالت دونوں میں ہی دوسرے کی اعانت ہوتی ہے۔

(تبیین الحقائق مع حاشیۃ الشلبی، کتاب الوکالۃ، ج4، ص254، مطبوعہ قاھرہ)

امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں:"عدت میں نکاح تو نکاح، نکاح کا پیغام دینا حرام ہے۔ جس نے دانستہ عدت میں نکاح پڑھایا اگر حرام جان کر پڑھایا، سخت فاسق اور زناکار کا دلال ہوا، مگر اس کا اپنا نکاح نہ گیا، اور اگر عدت میں نکاح کو حلال جانا تو خود اس کا نکاح جاتا رہا اور وہ اسلام سے خارج ہو گیا۔"

(فتاوی رضویہ، ج11، ص266، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:"مگر کسی کی بیٹی کو جبراً بلا نکاح لے جانا، پھر بالجبر نکاح کرنا ظلم پر ظلم اور مسلمان کو عار لاحق کرنا ہے۔۔۔ گواہ و وکیل و معین جتنے لوگ اس واقعہ پر آگاہ ہو کر زید کی اعانت کریں گے سب اس کی مثل ظلم و حرام و استحقاق عذاب میں مبتلا ہوں گے۔"

(فتاوی رضویہ، ج11، ص204، 203، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

بدعی وغیرہ طلاقوں کے متعلق جزئیات:

ایک سے زائد طلاقیں اکٹھی دینا گناہ ہے چنانچہ درمختار میں ہے:"(والبدعي ثلاث متفرقة أو ثنتان بمرة أو مرتين) في طهر واحد۔(لا رجعة فيه، أو واحدة في طهر وطئت فيه "ترجمہ: اور بدعی طلاق

ایک ہی طہر میں تین متفرق طلاقیں ہیں یا ایک ہی مرتبہ میں دو طلاقیں ہیں یا دو مرتبہ میں دو طلاقیں، ایسے طہر میں کہ جس میں رجوع نہ کیا ہو یا جس طہر میں وطی کی ہو، اس طہر میں ایک طلاق۔

ردالمحتار میں ہے: " (قوله والبدعي) منسوب إلى البدعة والمراد بها هنا المحرمة لتصريحهم بعصيانه بحر" ترجمہ: بدعی، بدعت کی طرف منسوب ہے اوراس سے بدعت محرمہ مراد ہے کیونکہ فقہانے اس کے گناہ ہونے کی تصریح فرمائی ہے۔

(ردالمحتار مع الدر المختار، کتاب الطلاق، باب رکن الطلاق، ج04، ص423، مطبوعہ کوئٹہ)

بائن طلاق کے گناہ ہونے کے حوالے سے ردالمحتار میں ہے: "فالواحدة البائنة بدعية في ظاهر الرواية" ترجمہ: پس ایک بائنہ، طلاق بدعت ہے ظاہر الروایہ میں۔

(ردالمحتار مع الدر المختار، کتاب الطلاق، باب رکن الطلاق، ج03، ص231، بیروت)

بیوی کو حیض میں طلاق دینے سے شوہر گنہگار ہو گا اور طلاق بھی واقع ہو جائے گی۔ چنانچہ ہدایہ میں ہے: "واذا طلق الرجل امرأته فی حالة الحیض وقع الطلاق" یعنی جب مرد نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دی تو طلاق واقع ہو گئی۔

اس کے تحت بنایہ شرح ہدایہ میں ہے: "ویأثم باجماع الفقهاء" اوراس پر فقہائے کرام کا اجماع واتفاق ہے کہ (حیض کی حالت میں طلاق دینے والا) گنہگار ہو گا۔

(البنایة فی شرح الهدایة، جلد5، صفحہ17، مطبوعہ کوئٹہ)

فتاوی رضویہ میں ہے: "حالتِ حیض میں طلاق دینا حرام ہے کہ حکمِ الٰہی ﴿ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ ﴾ ترجمۂ کنزالایمان: "تو ان کی عدت کے وقت پر انہیں طلاق دو) مگر دے گا تو ضرور ہو جائے گی اور یہ گنہگار۔" **(فتاوی رضویہ، جلد12، صفحہ332، رضافاؤنڈیشن، لاھور)**

طلاق کی اقسام کے متعلق ہدایہ میں ہے: "الطلاق على ثلاثة أوجه حسن وأحسن وبدعي فالأحسن أن يطلق الرجل امرأته تطليقة واحدة في طهر لم يجامعها فيه ويتركها حتى تنقضي عدتها "--- " والحسن هو طلاق السنة وهو أن يطلق المدخول بها ثلاثا في ثلاثة أطهار "--- " وطلاق البدعة

أن يطلقها ثلاثا بكلمة واحدة أو ثلاثا في طهر واحد فإذا فعل ذلك وقع الطلاق و كان عاصيا "ترجمہ: طلاق کی تین قسمیں ہیں: (1) حسن (2) احسن (3) بدعی۔ (01) احسن یہ ہے کہ مرد اپنی بیوی کو ایک طلاق دے ایسے طہر میں کہ جس میں اس نے اس سے وطی نہ کی ہو اور پھر عورت کو چھوڑ دے یہاں تک کہ عدت گزر جائے۔ (02) حسن یہ طلاقِ سنت ہے اور وہ یہ ہے کہ جس عورت سے دخول کر چکا ہے، اس کو تین طہروں میں تین طلاقیں دے (03) طلاقِ بدعت یہ ہے کہ مرد عورت کو ایک کلمے کے ساتھ تین طلاقیں دے یا پھر ایک طہر میں تین طلاقیں دے، اگر کوئی ایسا کرے گا تو طلاق واقع ہو جائے گی مگر گنہگار ہو گا۔ **(هدایہ، ج 1، ص 221، دار احیاء التراث العربی)**

مسلمان کا معاملہ حتی الامکان صلاح پر محمول کرنا ضروری ہے، چنانچہ امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "جب تک خاص اس شے میں جسے استعمال کرنا چاہتا ہے کوئی مظنہ قویہ حظر و ممانعت کا نہ پایا جائے تفتیش و تحقیقات کی بھی حاجت نہیں مسلمان کو روا کہ اصل حل وطہارت پر عمل کرے اور یمکن و یحتمل وشاید و لعل کو جگہ نہ دے۔۔۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ شبہہ کی جگہ تفتیش و سوال بہتر ہے جب اس پر کوئی فائدہ مترتب ہوتا سمجھے۔۔۔ اور یہ بھی اسی وقت تک ہے جب اس احتیاط وورع میں کسی امر اہم وآکد کا خلاف نہ لازم آئے کہ شرع مطہر میں مصلحت کی تحصیل سے مفسدہ کا ازالہ مقدم تر ہے مثلاً مسلمان نے دعوت کی یہ اس کے مال وطعام کی تحقیقات کر رہے ہیں کہاں سے لایا، کیونکر پیدا کیا، حلال ہے یا حرام، کوئی نجاست تو اس میں نہیں ملی ہے کہ بیشک یہ باتیں وحشت دینے والی ہیں اور مسلمان پر بدگمانی کرکے ایسی تحقیقات میں اُسے ایذا دینا ہے خصوصاً اگر وہ شخص شرعاً معظم و محترم ہو، جیسے عالمِ دین یا سچّا مرشد یا ماں باپ یا استاذ یا ذی عزت مسلمان سردار قوم تو اس نے اور بے جا کیا ایک تو بدگمانی دوسرے موحش باتیں تیسرے بزرگوں کا ترکِ ادب۔"

(فتاوی رضویہ، ج4، ص526،514، رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

فتاوی رضویہ میں ایک سوال کیا گیا، جس کا خلاصہ کچھ یوں ہے کہ: ہمارے آباء واجداد سے ایک

طریقہ چلا آرہاہے کہ مسجد کے قریب کچھ زمین ہے کہ جس میں ، مسجد میں پانی کے متعلق خدمت پیش کرنے والے خادمین کاشت کاری کرتے ہیں اور جو پیداوار حاصل ہوتی ہے ،اس میں سے خراج ادا کر کے بقیہ اپنے پاس رکھ لیتے ہیں ،اب یہ معلوم نہیں کہ یہ زمین ہمارے آباء واجداد نے وقف کرر کھی ہے (اور خادمین اس وقف کے مصرف ہیں) یا زمین توانہی کی ملک تھی ،انہوں نے خادمین کے کام کی اجرت کے طور پر زمین کی پیداواران کے لیے مقرر کرر کھی ہے تو کیااب ہمیں اختیار ہے کہ ہم کہیں کہ زمین ہمارے آباءواجداد کی ہی ملک ہے اوراس میں ہم جو چاہیں کریں اور خادمین کوان کی خدمت کی اجرت رقم کی صورت میں ادا کر دیں؟

امام اہلسنت علیہ الرحمۃ نے اس کی مختلف صورتیں بیان کرتے ہوئے فرمایا:جب کسی کی ملکیت ثابت نہیں اور متعلق مسجد ہونامعلوم ہے تو اسے مسجد پر وقف ہی سمجھا جائے گا،اور یہ کہنا کہ خادمین کوجو پیداوار ملتی ہے یہ ان کی اجرت کے طور پر ہے تو یہ درست نہیں کیونکہ اس طرح اجرت مجہول ہے کہ نہ جانے کتنی پیداواران کے لیے بچے بلکہ غرروخطر ہے کہ ہو سکتاہے ان کے لیے پیداوار بچے ہی نہ کہ پیداوار ہو ہی نہ ،یاہو لیکن وہ خراج میں ہی چلی جائے ،جبکہ ہمیں مسلمانوں کے کاموں کو حتی الامکان درستی پر محمول کرناواجب ،لہذایہی قراردیں گے کہ خادمین جو پیداوار لیتے ہیں ،یہ بطوراجرت نہیں بلکہ وقف کے مصرف کے طور پر لیتے ہیں یعنی واقف ہی نے زمین اس طور پر وقف کی ہی ہے کہ خادمین اس کی کاشت کریں، خراج مسجد کو دیں اور جو بچے وہ خود استعمال کریں،پس جب اس طرح اس کاوقف کرناثابت ہو گاتواب اس کو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا کہ وقف میں تبدیلی کاکسی کواختیار نہیں۔

امام اہلسنت علیہ الرحمۃ کی عبارت درج ذیل ہے:

”اور جبکہ کسی کی ملک ثابت نہیں،نہ اب دعوی ملک سنا جائے اور متعلق مسجد ہونا قطعاً معلوم کہ اسی کے خادمان آب کے تصرف میں رہتی ہے اور وہ مسجد کے لئے اس کا خراج ادا کرتے ہیں تو مسجد پر وقف ہی سمجھی جائے گی اور یہ **طریقہ کہ اجرت آب میں ان کو دی جاتی ہے کہ خراج دیں اور باقی محاصل**

اپنی مزدوری میں لیں حرام ہے کہ اجرت مجہولہ بلکہ غرر وخطر میں ہے اور مسلمانوں کا کام حتی الامکان صلاح پر محمول کرنا واجب، کمانصوا علیہ قاطبۃ فی غیر ما مقام (جیسا کہ علماء نے متعدد مقامات پر اس کی صراحت کی۔ت) تو یہ تعامل قدیم یوں سمجھا جائے گا کہ واقف ہی نے زمین اسی شرط پر وقف کی کہ خادمان آب مسجد اس کی کاشت کریں اور محاصل کھائیں اور خراج مسجد کو دیں تو اس طریقے کی تبدیل کسی کے اختیار میں نہیں۔" (فتاوی رضویہ، ج16، ص476، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

الجواب صحیح

ابو الحسن مفتی محمد ھاشم خان عطاری

کتبـــــــــــــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

محمد عرفان مدنی

12ربیع الآخر1446ھ/16اکتوبر2024ء

نوٹ: دارالافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے کی تصدیق دارالافتاء اہلسنت کے آفیشل پیج /daruliftaahlesunnat اور ویب سائٹ www.daruliftaahlesunnat.net/ کے ذریعے کی جاسکتی ہے